© rasailojaraid.com

اسلامی درسگاہوں کا نصابِ تعلیم

تحریر: غلام سرور قریشی ریٹائرڈ ٹیچر عباس پورہ جہلم

جدید تعلیم یافتہ طبقہ، اپنی بے خبری یا تنگ نظری کے باعث، اسلامی مدارس کے نصابِ تعلیم پر ہمیشہ اس دلیل پر معترض رہتا ہے کہ اسے پڑھ کر فارغ التحصیل ہونے والے لوگ صرف ملانے بنتے ہیں جو حرمِ مساجد کے اندر صدا اذانیں دیتے رہتے ہیں۔ نمازیں پڑھاتے رہتے ہیں۔ جمعہ کے خطبے دیتے رہتے ہیں اور عصری تحریکوں اور بین الاقوامی رجحانات سیاسی وعلمی سے نابلد ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے مسلم امہ کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ یہ خیال سراسر باطل ہے کیونکہ یہ نصاب جو اصطلاحی طور پر درسِ نظامی کہلاتا ہے، اس کا 90% قرآن مجید اور صحاحِ ستہ پر مشتمل ہے اور اس کو پڑھ کر اصحابِ رسولؐ نے ہر میدان میں اپنی علمی، سیاسی اور فوجی برتری کے جھنڈے گاڑے تھے۔

قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ سے بڑھ کوئی کتاب فکر انگیز اور انقلاب آفریں نہیں ہے اور ہم یہ بات اس نصابِ اعظم سے اپنے جذباتی تعلق یا مذہبی عقیدت کی بنا پر ہی نہیں کہتے بلکہ تاریخ کے ہزاروں صفحات ہمارے اس دعویٰ کی صداقت پر شہادت دیتے ہیں۔ یہ جدید تعلیم یافتہ لوگ، سارے کے سارے نہیں، ان میں بعض یہ سمجھ ہی نہیں پاتے کہ اسلام کا پورا سسٹم ماذنہ مصلّے اور منبر کے گرد گھومتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عظمت مقابلے کا امتحان پاس کر لینے یا آرمی میں کمیشن لینے میں پنہاں ہے جبکہ اسلام انسانی عظمت کا راز، بارگاہِ قدس میں، انسان کی سجدہ ریزی میں بتاتا ہے اور اسی لئے ہم کتاب اللہ اور حدیث رسولؐ سے ترتیب پانے والے نصابِ تعلیم پر اعتراض کرنے والوں کو بے خبر یا تنگ نظر کہتے ہیں۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کے حضور انسان کی سجدہ ریزی کی بات کی ہے اور اسے انسانی عظمت کا ذریعہ کہا ہے تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانوں کا رب، مسلمانوں کو اپنے حضور سجدہ میں ڈال کر بات کو ختم کر دیتا ہے نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اپنے حضور پیشانیاں رگڑنے والوں کو عمر فاروق اعظمؓ، ہارون الرشید، صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور اورنگ زیب کی صورت میں کشور کشا امام دوراں اور مقتدائے جہاں بھی کر دیتا ہے جن کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تیغ براں تھی۔

خلفائے اسلام نے یہی نصابِ اعظم پڑھ رکھا تھا مگر یہ نہیں ہوا تھا کہ وہ یہ پڑھ کر صرف دو رکعت کے امام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بن کر رہ گئے گو کہ میرے نزدیک یہ امامت بھی سعادتِ دارین ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ پہلے درجہ میں امام مسجد تھے۔ خطیب تھے۔ اس کے بعد جہانگیر ہی نہیں تھے بلکہ جہان بان بھی تھے۔ جہاں بانی سیاست کی مرہونِ منت ہوتی ہے اور جہانگیری تلوار کی! خلفائے راشدینؓ اور بالخصوص فاروقِ اعظمؓ نے سیاست مدن اور انتظامِ سلطنت کی وہ بنیادیں اٹھائیں جن پر تاریخ عالم ناز کرتی ہے۔ البتہ ہم تارکِ قرآں ہوکر زمانے میں خوار ہوئے تو یہ ہماری نالائقی ہے۔ صحابہؓ نے مقابلے کا امتحان پاس نہیں کیا تھا اور نہ وہ آکسفورڈ کے فارغ التحصیل تھے اس کے باوجود دنیا کی ہر عظمت ان کے قدموں تلے تھی لہٰذا قرآن اور صحاحِ ستہ کے علماء کو عصری تحریکوں اور جدید علمی رجحانات سے بے خبر و نابلد کہنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ یہ کہنے والے اتنے جاہل ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ خود اقوامِ مغرب نے تسلیم کیا ہے کہ ان کی علمی ترقی، علمائے اسلام کی علمی کاوشوں کی مرہون ہے۔

دمشق، بغداد، قرطبہ و غرناطہ کی یونیورسٹیز میں ایک طرف ہندوستان سے اور دوسری طرف برطانیہ اور جرمنی سے طالب علم اپنی علمی و روحانی تشنگی فرو کرنے آتے۔ یہ یہی قرآن و حدیث خواں تھے جنھوں نے یونانی علوم کے عربی میں ترجمے کیے اور پھر ان پر اپنے بیش بہا اضافے کیے اور انہیں یورپ میں منتقل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ جہالت کی ظلمتوں میں بھٹک رہا تھا۔ لیڈز اور آکسفورڈ کی جامعات عالم خیال میں بھی نہ تھیں۔

علمائے اسلام نے ہمیشہ امت کی بھرپور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔ سلطانِ جابر کے سامنے کلمہ حق کہہ کر جہادِ اکبر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ محراب و منبر سے اٹھنے والی صدائے حق سے اقتدار کے ایوانوں میں کھلبلی مچ جاتی رہی اور اپنے وقت کے باجبروت بادشاہوں نے ان بہادر علماء و آئمہ کی چمڑی، دُرّوں سے ادھیڑ کر رکھ دی تو کیا انہوں نے استبداد کے خلاف امت کی ٹھیک رہنمائی کی تھی یا نہیں؟ افغانستان میں پہلے روسی اور اب امریکی جارحیت کے خلاف علمائے اسلام کے سوا کون سینہ سپر ہے۔ مصر میں ناصر سے لے کر آج تک استبدادی حکمرانوں کے خلاف علمائے اسلام کے سوا کون معرکہ آراء تھے خود پاکستان میں قادیانیوں کو کافر قرار دلوانے کی تحریکیں علمائے اسلام کے سوا کس نے چلائیں اور انہیں کامیابی کی منزل تک کس نے پہنچایا۔

ایوب خان کی ڈکٹیٹرشپ کے خلاف کون میدان میں اترا تھا؟ بھٹو کی انتخابی بددیانتی کے خلاف مولویوں کے سوا کون سڑکوں پر آیا اور جیلوں میں گیا۔ ان ناقابل تردید واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ درس نظامی پڑھے ہوئے لوگ صرف ملانے ہوتے ہیں اور وہ امت کی رہنمائی سے قاصر ہیں۔ علمائے اسلام پر ملاں ملانے کی پھبتی کسنے والے بتائیں کہ ان کے کان میں اذان کس نے دی تھی۔ ان کا نکاح کس نے پڑھا تھا۔ ان کے مُردوں پر نماز جنازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس نے پڑھائی تھی۔ پھر یہ بھی بتایا جائے کہ تحریک پاکستان میں علمائے اسلام بابائے قوم کے دائیں بائیں کھڑے تھے یا نہیں؟ پھر یہ بھی بتائیں کہ 14 اگست 1947ء کو پاکستان کا اولیں پرچم لہرانے کی سعادت ایک مولوی کے حصے میں آئی تھی یا نہیں؟ بابائے قوم محمد علی جناحؒ نے یہ سعادت اس مولوی کو تبرکاً نہ بخشی تھی بلکہ قیام پاکستان کی جدوجہد میں اس کے زبردست کردار اور اس کی سرکردگی میں لاتعداد علمائے اسلام کی عملی شراکت کا اعتراف تھا۔

اب آپ پوچھیں گے کہ جب یہ ہے تو پھر امہ زوال پذیر کیوں ہے؟ اس کا جواب ایک تو میں پیچھے دے آیا۔ دوسرا یہ ہے کہ اسلام ایک کائناتی اور آفاقی وژن پیش کرتا ہے جبکہ ہم سے خطا یہ ہوئی کہ ہم نے قرآن اور حدیث کی تعلیم کا آفاقی نظریہ چھوڑ کر اسے مختلف فقہی مسالک کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے پڑھنا پڑھانا شروع کر دیا۔ سارا زور اس بات پر دیا جانے لگا کہ مدرسہ جس فقہی فکر کا مقلد ہے، اس کے تتبع میں قرآن پڑھایا جائے اس کا نتیجہ یہ نکلا ہم نے ایسے لوگ تیار کرنا شروع کر دیئے جن کی فکر افلاکی و کائناتی نہ تھی بلکہ وہ مسالک کی پر پیچ راہوں اور تنگ نظری کی گھاٹیوں میں گم ہو کر رہ گئے ان کی سوچ حجازی نہ رہی۔ ان کی فکر مکی و مدنی نہ رہی اور انتہا یہ ہوئی وہ اپنی حقانیت اور اپنے مسلک کی صداقت کیلئے قرآن وسنت یا حدیث پیغمبرؐ سے سند حاصل کرنے کی بجائے پہلے کوفہ اور پھر دیو بند اور بریلی سے دلیل پکڑنے لگے۔

اسلام کے اتنے برانڈ بن گئے کہ عوام سہم کر رہ گئے کہ اس فقہی تنازعہ میں اسلام کی صورت حقہ کہاں تلاش کریں۔ وہ توانائیاں جو اسلام کی آفاقی تعلیم پر صرف ہو کر انقلابی مسلمان پیدا کرنے والی تھیں، وہ فقہی بحث وجدل میں برباد ہونے لگیں اور قرآن وحدیث کا فکر انگیز اور انقلاب آفریں پہلو نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ستم یہ ہوا کہ یہ باہم متحارب فرقے خود اپنے مسلمان بھائیوں کی تکفیر کرنے لگے۔

اقبالؒ و ابوالکلام آزادؒ نے اسلام کا مطالعہ مسلکی تاریکی میں بیٹھ کر نہیں کیا تھا اس لئے ان کا پیغام آفاقیت سے لبریز ہے۔ لطیفہ یہ ہوا کہ مختلف و باہم متحارب مسالک کے پیروکار اقبال کے اشعار و افکار سے اپنے خطبات کو مزین کرتے اور اپنے مقالات کو مدلل بناتے ہیں حالانکہ وہ روایتی معنے میں کوئی مولوی نہ ہیں۔ اہل حدیث معلمین کسی حد تک اس مشکل سے دوچار نہیں ہوئے کیونکہ وہ مسلکوں سے آزاد ہیں وہ بے شک قرآن وحدیث کی روح معانی تک رسائی پاتے ہیں لیکن ان کی بہت ساری لیاقتیں دیگر فرقوں اور ان کے فقہی مسالک کی تردید و تکذیب میں صرف ہو جاتی ہیں۔ مدارس کے معلمین اور منتظمین کو طریقہ تعلیم کا یہ نقص رفع کرنے کی طرف متوجہ ہونا، واجب ہے، گویا انہیں اپنے عظیم القدر نصاب تعلیم کو آسمانی سپرٹ کے مطابق پڑھانا چاہیے اس نصاب کے مرتب خود اللہ باری تعالیٰ ہیں اور ان کا کوئی فقہی مسلک نہیں ہے۔ اگر عالم اسلام کے سارے علمائے اسلام اور مدرسین یہ کام کر ڈالیں اور اس منزل من اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصاب کو اپنے فقہی و مسلکی رجحانات وتعصبات کے تحت پڑھانے کی بجائے ان تقاضوں کے تحت پڑھائیں جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیے ہیں تو ایک بار پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کر کے خود بخود اپنی عظمت رفتہ پائے گی۔

ہمارے یہ معلمین، بہترین معلمین ہیں یہ نہایت کم مشاہروں پر خدمات سرانجام دیتے ہیں اور صرف قوت لایموت پر گزران کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے یہ مدرسین صرف ونحو میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ عربی گرامر کی باریکیوں کو خوب جانتے ہیں قرآن وحدیث کے اچھے شارح ہیں مگر عربی میں انشا پردازی، مقالہ نویسی اور بول چال میں اتنی مہارت نہیں رکھتے اور مولانا مودودی جیسا مفسرِ قرآن شاہ فیصل مرحوم سے مترجم کے ذریعے ہی گفتگو کر سکا تھا۔ یہ کمی دور کرنا واجب ہے۔ اگر دینی مدارس ایسے نوجوان تیار کر سکیں جو عربی بول چال جانتے ہوں تو حکومت انہیں عالم عرب میں وہاں اپنے سفارت خانوں میں ملازمتیں دے کر ان کے ذریعے وہاں اپنی ساکھ اور تشخص قائم کر سکتی ہے۔

انڈیا عرب دنیا میں اپنے سفارتی مشن میں عربی بولنے والے مسلمانوں کو ضرور رکھتا ہے اور دوہرا فائدہ اٹھاتا ہے اول یہ کہ اپنی مسلم دشمنی عربوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ دوم یہ کہ ان مسلمانوں کے ذریعے عرب شیوخ کو رام کر لیتا ہے اور ان سے بیش بہا تجارتی مراعات وفوائد حاصل کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دبئی اور کویت کے سونے اور لوہے کے بازاروں پر بھارتیوں کی اجارہ داری ہے جبکہ ہمارے پاکستانی صحراؤں کی تپتی ریت میں سڑکیں بناتے رہتے ہیں۔

میری رائے ہے کہ اسلامی تعلیمی ادارے اپنے طلبہ کیلئے کسی نہ کسی قسم کی شریف دستکاری مثلاً جامہ دوزی، جلد بندی، کلاہ سازی، کمپوزنگ، گھڑی سازی وغیرہ بھی سکھانے کا اہتمام بھی کریں۔ تا کہ جب یہ فارغ التحصیل ہو جائیں تو فوری طور پر اپنی روزی کما سکیں اور اگر مساجد کی خدمت وامامت بھی کریں تو بھی ان کا انحصار کلیتاً ہدیہ مسجد پر نہ رہے۔ وہ جس قدر معاشی طور پر خود کفیل ہوں گے اسی قدر مساجد کے منتظمین کے دباؤ سے آزاد ہوں گے اور ان کی مرضی کے مطابق خطباتِ جمعہ دینے پر مجبور نہ ہونگے۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ منتظمین میں سے بعض اپنے آئمہ عظام کو اپنے امام نہیں بلکہ غلام سمجھ لیتے ہیں اور بات بے بات ان کو فارغ کر دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ اگر آئمہ کرام کے پاس کوئی ہنر ہوگا تو وہ ذلیل ہو کر نہ رہیں گے۔ اگر طلبہ مدارس سے سندِ فراغت لینے کے بعد طبیہ کالج لاہور سے فاضل الطب والجراحت کا امتحان پاس کر لیں تو سونے پر سہاگا ہوگا۔ ہمارے اسلاف نے طب اسلامی اور تعلیم اسلامی کو ہمیشہ یکجا رکھا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تحریر شاید نامکمل رہے گی اگر یہ الزام نہ دھو دیا جائے کہ اسلامی اداروں کے بانیانِ عظام اور اساتذہ کرام وقت کے نباض نہیں ہوتے اور ان کی نظریں بین الاقوامی حالات اور ان کے تقاضوں پر نہیں ہوتیں۔ ہمارے اکابرین ہمیشہ سے دوربین تھے اور اب بھی علمائے اسلام کا ہاتھ وقت کی نبض پر ہے اور انہوں نے مستقبل کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے انگریزی اور جدید سائنسز کی تعلیم اپنے مدارس میں متعارف کرا دیئے ہیں۔

رہا میدانِ سیاست تو علمائے اسلام نے اسے بھی خالی نہیں چھوڑا ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے امیر محترم پروفیسر ساجد میر صاحب سینٹ میں اسلام کی تیغ بے نیام ہیں۔ سو ہمارے علماء زمانے کی چالوں کو سمجھتے ہیں۔ وہ وقت کے ساتھ قدم ملا کر چل رہے ہیں اور انہوں نے اپنے نصاب میں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ضروری اضافے کر لئے ہیں۔ کاش وہ ہماری تجویز کو مان جائیں اور قرآن وصحاحِ ستہ کی تعلیم وتدریس مسلکی جھمیلوں سے بالاتر ہو کر اس نور کی روشنی میں دیں جو اس کتابِ مبین کے ساتھ آسمان سے اترا تھا۔

معلمین و مدرسین، بحکم قرآن اس امر کے پابند ہیں کہ تعلیم القرآن قرآن کے اس بیان کی روشنی میں دیں جسے خود اللہ تعالیٰ نے اسی قرآن میں ''بیانہ'' فرمایا ہے۔ اب فرقہ واریت کی نہایت ہی مکروہ صورتیں سامنے آنے لگی ہیں کہ بچے سکولوں میں داخلہ فارم پُر کر کے لاتے ہیں تو مذہب کے خانہ میں اسلام کی جگہ مسلک کا نام لکھا ہوتا ہے۔ ایک لمحہ کو رک جایئے۔ غور کیجئے! جواب دیجئے۔ قبر میں۔ ''تیرا دین کیا ہے؟ پوچھا جائے گا تو علمائے اسلام جواب دیں کہ اس کا جواب کیا ہونا چاہیے؟ اسلام یا کوئی مسلک حق؟

یہ کام ان مدرسین و معلمین اور علماء نے کیا ہے جو مسالک کے گورکھ دھندے میں پھنسے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجازِ مقدس سے آنے والی نسیم جانفزا پر کوفہ، نجف، دیوبند، سہارنپور اور رائے بریلی کی عجمی و ہندی ہوا کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ اقبال نے نغمہ ہندی کو حجازی لَے میں گایا ہے۔ اگر وہ قرآن وصحاحِ ستہ کی تعلیم ''بیانہ'' کے تحت آفاقی و کائناتی رنگ میں دیں گے تو ان کے مدارس صفہ و دارِ ارقم کے مدارس نبویہؐ کی تصویر بن جائیں گے جہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبا خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کی تصویریں ہوں گے۔ جو اسلام کو روئے زمین پر غالب کر دیں گے اور انگریزی تہذیب کی ماری اور ستائی ہوئی انسانیت اسلام کے سایہ رحمت میں سکھ کا سانس لے گی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

© rasailojaraid.com